اہل طائف کی برصغیر میں خدمات

ڈاکٹر محمد افضل *

Abstract

Islam was well known as a religion in the subcontinent, even in the epoch of the last Prophet Muhammad (PBUH). The news of pronouncement of prophethood by Muhammad s.a.w. was listened by the people of subcontinent through the Arab and Indian traders. The arrival of regular troops of Muslims was started in subcontinent in the era of Omar Farooq (R.A). The history communicates that the commanders of these initial groups of Muslim militants were three brothers belonged to the valley of Taaif, Usman bin Abu Al'asi (R.A), Hakm bin Abu Ala'asi (R.A) and Mugerah bin Abu Ala'asi (R.A). Later, Muslim forces again appeared in the subcontinent for spreading and promoting Islamic teachings and this was also organized by a person of Taaif, Hajjaj bin Yusuf Thaqafi. This army was headed by young worrier of Taaif Muhammad bin Qasim Thaqafi. People of Taaif contributed a lot to establish Islam in subcontinent. This research is focusing on those people who belong to Taaif city and served in subcontinent for Islam and they played pivotal role in this regard. Hopefully this paper will provide new information on the subject.

Keywords: Taaif, Thaqafi, Islam. Subcontinent, Troops.

پاک وہند کے ساحل ،اس کی منڈیوں اور بازاروں میں عرب قافلے زمانہ قدیم سے آتے جاتے تھے عرب تاجروں کے لیے ہندوستان کی منڈیاں بہت اہمیت کی حامل تھیں وہ کسب معاش کے لیے طویل مسافت طے کرکے یہاں قیام کرتے اور خرید وفروخت کرتے تھے۔ ہندوستان کے باشندے عرب میلوں اور وہاں کے بازاروں میں تجارت کی غرض سے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے عرب وہند کے ایک دوسرے سے روابط اور تعلقات کا سلسلہ چلا تھا۔ دوسری طرف عرب لوگ بھی ہندوستان کی تہذیب وتمدن اور ثقافت سے آگاہ تھے۔ غالباً عرب وہندی تاجروں کے ذریعے سے ہی ہندوستان کے باشندوں کو رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے بارے میں علم ہوا تھا۔ ہندی تاجر اگرچہ بہت کم تعداد میں عرب کے بازاروں اور علاقوں میں یہاں سے جاتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود عرب لوگ ان کی شکل وشباہت سے بہت حدتک واقف تھے، وہ ہندی باشندوں کو دیکھ فوراً پہچان لیتے تھے کہ یہ اہل ہند ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لیے تجارت کو منتخب فرمایا تھا اور آپ ﷺ عرب کی منڈیوں اور بازاروں میں تجارت کی غرض سے جاتے تھے اس لیے آپ ﷺ بھی اہل ہند کی ہیئت اور شکل وشباہت سے خوب واقف تھے۔

*اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

آپ ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ بنو حارث کا ایک وفد حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

«من هؤلاء الّذين كأنّهم من الهند»(1)

''یہ کون ہیں جو ہندوستان کے لوگوں کی طرح ہیں۔''

رسول اکرم ﷺ نہ صرف اہل ہند کی شکل وصورت سے واقف تھے بلکہ آپ ﷺ برصغیر پاک وہند کے افراد کے عقاید اور نظریات سے بھی آگاہ تھے اسی لیے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غزوہ ہند کی پیش گوئی فرمائی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ جس کو اس غزوہ میں شرکت کا اعزاز حاصل ہوگا وہ جہنم سے نجات حاصل کرلے گا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللهُ مِنَ النَّارِ: عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ، وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَام»(2)

''میری امت میں سے دو طبقے ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے آزاد فرمادیں گے ان میں سے ایک طبقہ تو وہ ہے جو کہ ہند سے جہاد کرے گا جب کہ دوسرا طبقہ وہ ہے جو کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے ساتھ ہوگا۔''

یعنی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ برصغیر کے حالات، ثقافت اور تمدن سے واقف تھے بایں طور آپ ﷺ نے غزوہ ہند کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ ہندی تاجروں کا عرب کی منڈیوں، بازاروں اور میلوں میں آنا جانا عہد رسالت میں تو تھا ہی آپ ﷺ کے عہد کے بعد بکثرت ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ بحرین اور عمان میں ہندی تاجر متمکن ہو گئے تھے اور ہندی تاجروں نے وہاں اپنی بستیاں قائم کرلی تھیں حضرت ابوہریرہ ؓ کو جب بحرین کا گورنر بنا کر وہاں تعینات کیا گیا تو غالب گمان ہے کہ انہوں نے وہاں اہل ہند کو دیکھا تو ''غزوہ ہند'' میں شرکت کی خواہش کا اظہار فرمایا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«وَعَدَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْهِنْدِ فَإِنِ اسْتُشْهِدْتُ كُنْتُ مِنْ خَيْرِ الشُّهَدَاءِ، وَإِنْ رَجَعْتُ، فَأَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ»(3)

''نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم سے غزوہ ہندوستان کا وعدہ فرمارکھا ہے۔ اگر میں اس جہاد میں شرکت کرسکا اور شہید ہوگیا تو میرا شمار بہترین شہداء میں ہوگا اور اگر میں زندہ واپس آگیا تو میں نار جہنم سے آزاد ابوہریرہ ہوں گا۔''

اگرچہ برصغیر پاک وہند بلاد عرب سے طویل مسافت پر تھا، اس کے باوجود اس خطہ کو یہ اعزاز ومرتبہ حاصل ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس کے لیے ''غزوہ ہند'' کا ذکر فرمایا ہے۔ جس سے ارض ہند کی شان وشوکت میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔

عہد رسالت کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی پیش گوئی "غزوہ ہند" کا باقاعدہ طور پر آغاز کیا اور انہی کے عہد میں پہلی بار جیوش اسلامی نے برصغیر کا رخ کیا۔

جیوش اسلامی کی برصغیر میں آمد

عہد فاروقی میں جن مجاہدین نے برصغیر میں جہادی مہمات میں نمایاں کارنامے سرانجام دیے یہ وہی اہل طائف نے جن کے حق میں رسول اکرم ﷺ نے سفر طائف سے واپسی پر لہولہان اور زخموں سے چور چور حالت میں ہدایت امید کی فرمائی تھی۔

" بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وحده ولا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا"(4)

"میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔"

جب اہل طائف کے ساتھ جنگ ہوئی تو اس وقت ایک بار پھر رسول اکرم ﷺ نے اہل طائف کے حق میں ہدایت کے لیے بارگاہ ایزدی میں درخواست کی تھی:

«اللَّهُمَّ اهْدِ ثَقِيفًا وَائْتِ بِهِمْ»(5)

"اے اللہ ثقیف کو ہدایت عطا فرما اور میرے پاس بھیج دے۔"

قاضی اطہر مبارکپوریؒ اہل طائف کے برصغیر میں خدمات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ہندوستان، طائف اور اس کے قبیلہ بنو ثقیف کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا کہ اس نے ہندوستان کو اپنی دینی اور روحانی توجہ کا مرکز بنا کر، جب بھی اسے اقتدار ملا اس کی طرف رخ کیا۔ عہد فاروقی میں حضرت عثمان ثقفی نے بحرین و عمان کی گورنری پاتے ہی اپنے دو بھائیوں حکم اور مغیرہ یہاں اسلامی برکت دے کر روانہ کیا۔ اور اموی دور خلافت میں حجاج بن یوسف ثقفی نے عراق کی گورنری پا کر اپنے جواں سال بھتیجے محمد بن قاسم کو خلافت کے زیر اہتمام باقاعدہ اسلامی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔"(6)

مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ نے اہل طائف کی برصغیر میں خدمات کے حوالے سے لکھا ہے:

"قبیلہ بنو ثقیف کے لوگوں نے ابتدائے اسلام میں رسول اکرم ﷺ کو بڑی اذیتیں پہنچائی تھیں۔ طائف میں آپ ﷺ تشریف لے گئے تو انہوں نے پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا تھا۔ یہ لوگ بہت سے قبائل عرب کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نعمت اسلام سے متمتع ہوئے تھے۔ لیکن ان کو یہ شرف حاصل ہے کہ خدمت اسلام کے بعض اہم گوشوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اولیت کی سعادت سے نوازا اور ان کی سعی مسلسل اور تگ و تاز مجاہدانہ سے دنیا کے دور دراز کونوں تک

صدائے حق پہنچی۔ اسی بت کدہ کی تاریخ کو سامنے رکھیں یہاں سب سے پہلے اسی قبیلہ کے بہادر فوجیوں اور نبی ﷺ کے جانثار صحابہ نے توحید کی آواز بلند کی۔"(7)

خلافت فاروقی میں اہل طائف کی ہندوستان میں خدمات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہندوستان کا ایک وفد براہ راست ملاقات کر چکا تھا، امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے ان سے ہندوستان کے لوگوں کے عقاید و نظریات کے بارے میں گفتگو فرمائی تھی جب ان کو اہل ہند کے عقاید و نظریات کے بارے میں آگاہی ملی تو انہوں نے پاک وہند میں جہاد کا آغاز کرنے کے بارے میں سوچ و بچار شروع کر دی تھی۔ برصغیر کے حالات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیےآپ رضی اللہ عنہ نے ایک مبصر کو ہندوستان روانہ کیا کہ وہاں کے حالات کا جائزہ لیکر بتاؤ کہ موجودہ حالات میں وہاں جہادی قافلوں کو روانہ کرنے کے لیے حالات سازگار ہیں یا نہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم ہوا کہ وہاں کے حالات سازگار نہیں ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے پاک وہند میں اسلامی عساکر روانہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ کیونکہ ان علاقوں کو فتح کرنے کے لیے بحری فوج کی ضرورت تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔

قاضی اطہر مبارکپوریؒ نے اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "حضرت عمر رضی اللہ عنہ بحری مہمات کی روانگی کے حق میں نہیں تھے اور جب تک بحری بیڑے کا معقول انتظام نہ ہو، مسلمانوں کی جان کو خطرے میں ڈالنا پسند نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دور میں یہ کام نہیں ہوا تھا اس لیے وہ بحری مہمات کے خلاف تھے۔"(8)

ہندوستان میں جہادی مہمات کا آغاز

برصغیر پاک وہند میں جہادی مہمات کا آغاز اس وقت ہوا جب 15 ہجری میں حضرت عمر فاروق نے بحرین اور عمان کی امارت ایک ثقفی صحابی حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ کو عطا کی تو انہوں نے بحرین میں اہل ہند کی کثرت کو دیکھا جو بحرین میں آباد ہو چکے تھے۔ غالب امکان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل ہند کے عقاید اور نظریات کے بارے میں معلومات بھی بحرین میں متمکن ہندی لوگوں سے ہی حاصل کی ہوں گی۔ دوسری طرف ان کے ذہن میں رسول اکرم ﷺ کی "غزوہ ہند" کی پیش گوئی بھی یقیناً موجود ہو گی۔ جس میں شرکت کے لیے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی خواہش مند تھے اور اس میں شرکت اپنے لیے اعزاز خیال کرتے تھے۔ انہوں نے برصغیر پاک وہند میں اسلامی عساکر روانہ کرنے کے لیے تگ ودو شروع کر دی تاکہ وہاں غزوہ ہند کا آغاز کیا جائے۔

قاضی اطہر مبارکپوری نے "عرب وہند عہد رسالت" میں لکھا ہے:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے 15ھ میں ان (حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ) کو طائف کی بجائے بحرین اور عمان کا حاکم مقرر کیا، یہ کئی بھائی تھے۔ (1) عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ (2) حکم بن ابی العاص رضی اللہ عنہ (3) مغیرہ بن ابی العاص رضی اللہ عنہ (4) اور حفص بن ابی العاص رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ نے بحرین اور عمان کی تولیت کے ابتدائی دور ہی میں اپنے بھائی حاکم کو طائف سے بلا کر بحرین بھیج دیا، اور خود عمان پہنچ کر متطوعین اور فدائیان اسلام کی فوج تیار کی۔ اور اس کی قیادت اپنے بھائی حکم رضی اللہ عنہ کو دیکر ہندوستان روانہ کیا۔ اس مہم میں تھانہ (بمبئی) اور بھڑوچ (گجرات) دونوں ساحلی مقامات پر حکم بن ابی العاصی رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج لیکر حملہ کیا اور فتح پائی۔ نیز عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دوسرے بھائی مغیرہ بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ایک رضاکارانہ بحری فوج دیبل (ٹھٹھہ، سندھ) کی طرف روانہ کی، جہاں سے اسلامی لشکر مظفر و منصور واپس ہوا۔"[9]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں غالب امکان یہی ہے کہ انہوں نے براہ راست تو بلاد ہند میں جہاد میں حصہ نہیں لیا، لیکن انہوں نے وہ جیوش اسلامی کو ضرور تیار کیا اور اپنے دونوں بھائیوں کی سربراہی میں ان عساکر کو پاک وہند میں روانہ کیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان لشکروں کو کامیابیوں سے سرفراز فرمایا تو حضرت عثمان بن العاصی □ نے اس کی اطلاع امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین کو دی کہ اسلامی عساکر ہندوستان میں کامیابیوں سے واپس لوٹ آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا چونکہ خلیفۃ المسلمین اس حق میں نہیں تھے بحری مہمات پر لشکر اسلامی کو روانہ کرکے ان کو خطرناک میں ڈالا جائے۔

علامہ بلاذریؒ لکھتے ہیں کہ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع موصول ہوئی تو انہوں نے حاکم بحرین وعمان حضرت عثمان ثقفی رضی اللہ عنہ کے نام ایک ارسال نامہ جاری فرمایا اور اس میں لکھا:

" يا أخا ثقيف حملت دودا عَلَى عود وإني أحلف بالله لو أصيبوا لأخذت من قومك مثلهم"[10]

"اے ثقفی بھائی! تونے چیونٹی کو لکڑی پر چڑھا دیا ہے واللہ اگر یہ فوجی مارے جاتے تو میں تجھ سے تمہارے قبیلہ کے اتنے ہی آدمی لیتا۔"

امام ابن حزمؒ نے حضرت عثمان ثقفی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ خود بھی ہندوسندھ میں جہادی مہمات کا حصہ رہے ہیں لکھتے ہیں:

" وعثمان منهم من خيار الصحابة، ولاه رسول الله- صلى الله عليه وسلم- الطائف، وغزا فارس وثلاثة من بلاد الهند، وله فتوح"[11]

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (اپنے بھائیوں میں) بہترین صحابی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو طائف کا حاکم بنایا تھا انہوں نے فارس اور ہندوستان کے تین شہروں میں جہاد کیا اور ان کی کئی ایک فتوحات ہیں۔''

بعض مؤرخین نے حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی ہندوستان میں فوجی مہمات میں شرکت کا ذکر نہیں کیا کہ وہ ان اسلامی لشکروں کے ساتھ تھے یا وہ ہندوستان میں جہاد کرتے رہے۔ جبکہ امام ابن حزم اور دیگر مؤرخین نے ہندوستان میں ان کی آمد کا ذکر کیا ہے۔ اگر یہ بات بھی تسلیم کر لی جائے کہ وہ بلاد ہند کی جہادی مہمات میں شریک نہ تھے تو پھر بھی انہی کی کوششوں اور جدوجہد سے ہی برصغیر میں عساکر اسلامی کی آمد ہوئی اور یہاں کے لوگ اسلامی تعلیمات سے روشناس ہوئے۔

ثقفی خاندان کے یہ تین سپوت برصغیر پاک وہند کے باشندوں کے لیے مشرف بہ اسلام ہونے کا سبب بنے تھے انہی کی جدوجہد سے پاک وہند کے تین بڑے شہروں تھانہ (بمبئی) بھڑوچ (گجرات) اور دیبل (ٹھٹھہ) میں مسلمان لشکر کو فتح حاصل ہوئی جبکہ ان کے مقابل کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

یہ تینوں فتوحات غرض ہندوستان پر قبضہ کرنا نہ تھا۔ بلکہ یہ ایرانیوں سے جنگ کے ضمن میں یہ معرکے ہوئے تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کو یہ تنبیہ ہو جائے کہ آئندہ سے ایرانیوں کے مدد کے لیے وہ سوچ وبچار کے بعد فیصلہ کرے۔ ان غزوات میں مسلمانوں کو کچھ وقتی فوائد وغنائم حاصل ہو گئے اور اہل ہند کو مسلمانوں کے بارے میں نئے نقطہ نظر سے غور وفکر کرنے اور اپنی روش بدلنے کا موقع مل گیا۔ مسلمانوں کے حق میں ان غزوات کا سب سے بڑا فائدہ یہ ظاہر ہوا کہ ہندوستان کی حربی طاقت وحیثیت اور یہاں کے حالات کے سلسلے میں اسلامی لشکر اور اس کے امیر کو معلومات حاصل ہو گئیں۔ (12)

برصغیر پاک وہند میں باقاعدہ طور پر اسلامی عساکر کا آغاز حضرت عمر فاروق ☐ کے عہد میں ہوا اور اس کا سہرا اہل طائف کے سرپر ہے کیونکہ قبیلہ ثقیف کے فرزندوں نے اس کام کا آغاز کیا اور اس میں اپنی بھرپور خدمات سرانجام دیں تھیں۔ مولانا قاضی اطہر مبارکپوری رقمطراز ہیں:

"ولعمر بن الخطاب منة على الهند، لاتنساها الى يوم القيامة ،حيث ان اهل الهند كانوا يحبون الاسلام والمسلمين بمجرد سماع سيرته الجميلة من قبل ودخل الاسلام والمسلمون فى الهند فى خلافته من بعد، وكذلك لثقيف و ابنائها يد على مسلمى الهند فعثمان والحكم والمغيرة بنو أبى العاص الثقفي فتحوا بابها على المسلمين اولاً "(13)

''سرزمین برصغیر پاک وہند اگرچہ اہل عرب کے ایک طویل مسافت پر تھی اس کے باوجود اس سرزمین کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں عہد رسالت میں ہی دین اسلام کا تعارف ہو چکا تھا اور یہاں کے لوگ

اسلامی تعلیمات کے بارے میں جاننے کی خواہش ظاہر کر رہے تھے، سیدنا عمر فاروق کے عہد میں باقاعدہ مہمات کا آغاز ہوا جن کی بناپر بلاد ہند میں تیزی سے اسلام کی طرف رجحان بڑھا تھا۔ برصغیر میں اسلامی لشکروں کی سربراہی کا اعزاز اہل طائف کو حاصل ہے کہ وہاں کے ثقفی خاندان کے افراد کے نام اور کارنامے اس خطے میں نمایاں ہیں۔ اور انہی کی وجہ سے سرزمین برصغیر میں اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی تشریف آوری ممکن ہوئی تھی۔ اس خطہ کے لوگوں نے تابعین و تبع تابعین کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور محدثین وفقہاء کرام کا یہ متمکن ٹھہرا۔"

حجاج بن یوسف ثقفی کی بلاد ہند میں خدمات

برصغیر پاک وہند میں اسلامی فتوحات کا دوسرا دور خلافت راشدہ کے بعد ولید بن عبد الملک کے عصر 86ھ سے شروع ہوا۔ اس وقت عراق کا حاکم اعلیٰ حجاج بن یوسف ثقفی تھا۔ اس وقت ہندوسندھ کے تمام علاقوں کے امور عراق کے حاکم کے تحت تھے۔ یہ مسلمانوں کی فتوحات وکامیابیوں کا ایک سنہری دور تھا۔ اس میں مسلمان کئی ایک علاقوں کو زیر نگیں کر چکے تھے اور ان کی فتوحات سے دشمنان اسلام خائف تھے۔

اس دور کی شان و شوکت کو علامہ ذہبی رضی اللہ عنہ نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

" كان الإسلام وأهله في عز تام وعلم غزير وإعلام الجهاد منثورة والسنن مشهورة والبدع مكبوتة والقوالون بالحق كثير والعباد متوافرون والناس في بُلَهنِيَة من العيش بالأمن وكثرة الجيوش المحمدية من أقصى المغرب وجزيرة الأندلس وإلى قريب مملكة الخطا وبعض الهند وإلى الحبشة"[14]

"اس دور میں اسلام اور مسلمانوں کو عزت و احترام حاصل تھا۔ ان میں علم کی تازگی تھی اور ہر جگہ جہادی میدانوں میں کامیابیاں سمیٹ رہے تھے۔ سنتیں عام ہو رہی تھیں اور بدعات کا خاتمہ ہو رہا تھا۔ حق کی بات کرنے والے کثرت میں تھے۔ عبادت گزاروں کی خاصی تعداد تھی۔ لوگ امن و امان اور خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ محمدی لشکر مغرب اقصیٰ اور جزیرہ اندلس سے لیکر مملکت خطا اور بعض ہند سے لیکر حبشہ تک کامیابیاں اور فتوحات حاصل کر رہے تھے۔"

عہد ولید میں ہندوستان کی فتح کا سبب ایک بحری بیڑا بنا جو ہواؤں کی سختی کا مقابلہ نہ کر سکا تو اس کو دیبل کے کنارے رکنا پڑا۔ ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے اس پر حملہ کر دیا اور اس قافلے کا سامان لوٹ کر قبضہ کر لیا اور مرد و عورت کو قید کر لیا۔ قیدیوں نے ان قزاقوں کو حجاج بن یوسف ثقفی والی عراق کا بتایا۔ اس ناروا سلوک کی ان کو اطلاع ہوئی تو انجام اچھا نہ ہوگا تو انہوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ کہا کہ اگر کوئی تمہاری دادرسی کرنے والا ہے تو خود کو خرید لو۔

ابن فقیہ ہمدانی نے لکھا ہے:

" ومن ولي العراق فقد ولي البصرة والكوفة والأهواز وفارس وكرمان والهند والسند وسجستان وطبرستان وجرجان. والعراق في الطول من عانة إلى البصرة، والبصرة تتاخم الأهواز، والأهواز تتاخم فارس، وفارس تتاخم كرمان، وكرمان تتاخم كابل، وكابل تتاخم زرنج، وزرنج تتاخم الهند"(15)

''جو شخص عراق کا والی ہوتا تھا وہی بصرہ، کوفہ، اہواز، فارس، کرمان، ہند، سندھ، سجستان، طبرستان اور جرجان کا بھی والی ہوتا تھا۔ عراق لمبائی میں اعانۃ سے بصرہ تک پھیلا ہوا تھا اور بصرہ کی سرحد اہواز اور اہواز کی فارس اور فارس کی کرمان اور کرمان کی کابل اور کابر کی زرنج اور زرنج کی ہندوستان کے قریب تھی۔''

نبی بخش خان لکھتے ہیں:

''دیبل کے تاجر (جب دار الخلافۃ میں) آئے (تو ان کے ساتھ) وہ لوگ (بھی آئے) جو اس بیڑے سے بچ نکلے تھے (چنانچہ) انہوں نے آکر حجاج کو اس حال کی خبر دی کہ ''مسلمان عورتیں دیبل میں قید ہیں اور یا حجاج ! یا حجاج اغثنی اغثنی کہہ کر فریاد کر رہی ہیں۔'' یہ بات سن کر حجاج نے کہا''لبیک لبیک ''(حاضر ہوں، حاضر ہوں) یہ بھی روایت ہے کہ حجاج کو جب مسلمان عورتوں کی خبر ملی تو (وہ پکار رہی ہیں کہ) ''اے حجاج ہماری مدد کر'' تو اس نے کہا کہ (ان عورتوں) نے گویا مجھے نیند سے بیدار کیا ہے کہ ظالموں اور بے رحموں کے خلاف ہماری فریاد رسی کر، ہم قید میں پڑے ہیں۔''(16)

تاریخ فرشتہ میں ہے کہ یہ ڈاکو حاکم دیبل کے حکم سے سمندر میں گشت کرتے تھے۔ جنہوں نے ان لوگوں کو اپنی تحویل میں لیا تھا۔(17)

حجاج بن یوسف ثقفی کو جب علم ہوا تو وہ بہت غضبناک ہو گیا اور اس نے فوراً محمد بن ہارون کے ذریعے راجہ داہر کو ایک خط لکھا تو راجہ داہر نے اس خط کو پڑھ کر ذلت امیز جواب دیا۔

معین الدین ندویؒ نے لکھا ہے کہ راجہ داہر نے حجاج بن یوسف کو لکھا:

''عورتوں کو تو بحری ڈاکوؤں نے لوٹ لیا ہے جن پر میرا قابو نہیں ہے تم خود آکر ان سے نپٹ لو۔''(18)

حجاج بن یوسف کو راجہ داہر کے اس جواب پر بہت صدمہ پہنچا، اسی دوران میں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ جس کے بارے میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''مکران سے کچھ عرب مجرم اور باغی بھاگ کر سندھ میں پناہ گزین ہوئے اور انہوں نے راجہ داہر کی ماتحتی میں اپنا ایک جتھا بنا لیا۔ اس واقعہ نے بھی حجاج کو مشتعل کیا۔''(19)

تو حجاج بن یوسف نے یہ عزم مصمم کر لیا تھا کہ اب اہل ہند کے ساتھ آہنی ہاتھوں سے نپٹنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس پر حجاج بن یوسف نے اپنے قبیلہ کے انتہائی دانشور اور جنگی مہارتوں سے مالا مال محمد بن قاسم ثقفی کا انتخاب کیا کہ اس کی سربراہی میں وہ لشکر اسلام کو ہند وسندھ کے لیے روانہ کرے۔ لہٰذا اس نے محمد بن قاسم ثقفی کو ہندوستان کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کے لیے خبردار کیا اور کہا کہ اب تمہیں اس کی تیاری کرنا ہو گی اور یہ ذمہ داری تمہیں نبھانی ہو گی۔ اگرچہ اس سے قبل بھی مسلمان سندھ وہند میں حملہ آور ہو چکے تھے لیکن وہ تمام کے تمام وقتی حملے تھے کوئی بہت بڑی کامیابی کا حصول ابھی تک ممکن نہ ہوا تھا بلکہ ایک دو مہمات میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ محمد بن قاسم کی سربراہی میں مسلمانوں نے اس قدر اہتمام اور جوانمردی سے ہند وسندھ کے لوگوں کا مقابلہ کیا کہ ہند وسندھ میں ہمیشہ کے لیے اپنے نقوش ثبت کر گئے۔ اسی معرکہ آرائی میں محمد بن قاسم ثقفی کو ''فاتح سندھ'' کا اعزاز حاصل ہوا۔

ڈاکٹر فیوض الرحمٰن، محمد بن قاسم کی جرات و بہادری کے متعلق لکھتے ہیں:

''محمد بن قاسم کی شہرت اور عظمت دراصل ان کے عسکری اور انتظامی کارناموں کی وجہ سے ہے جو انہوں نے بالکل چھوٹی عمر میں انجام دیئے۔''(20)

حجاج بن یوسف ثقفی کو ہند وسندھ کے حالات سے بخوبی آگاہی تھی اس لیے اس نے لشکر کو تیار کرتے ہوئے ان کی ضروریات کی تمام چیزیں بھی جمع کر دی تھیں۔

جہاں تک کہ ابن اثیرؒ لکھتے ہیں:

''سوئی دھاگے جیسی معمولی اشیاء بھی لشکریوں کے ساتھ کر دیں تھیں۔''(21)

محمد بن قاسم ایک بڑا لشکر لیکر جن میں سپاہیوں کی تعداد چھ ہزار تھی روانہ ہوا اور دوسری طرف جیش اسلامی کا ساز و سامان بحری جہاز کے ذریعے دیبل کے ساحل پر روانہ کیا گیا۔ جب محمد بن قاسمؒ دیبل پہنچا تو لشکر اسلامی کا ضروری سامان اور سامان حربی بھی دیبل کے ساحل پر پہنچ چکا تھا۔

دیبل پہنچتے ہی عساکر اسلامی نے دیبل کا محاصرہ کر لیا اور اس کے گرد خندقیں کھوڈالیں اور منجنیق نصب کر دی تھی۔

سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ دیبل میں جمعہ کے دن محمد بن قاسم پہنچے تھے اور سرزمین سندھ پر پہلا خطبہ جمعہ انہوں نے ہی دیا تھا۔(22)

اکبر شاہ نجیب آبادی نے دیبل کے محاصرے کے بارے میں لکھا:

''اسلامی لشکر نے آتے ہی دیبل کا محاصرہ کیا، آٹھ دن تک میدان کارزار گرم رہا۔''(23)

بشاری مقدسی نے دیبل کے بارے میں لکھا ہے:

" وديبل بحريّة قد أحاط بها نحو من مائة قرية أكثرهم كفّار والبحر يسطع جدارات المدينة كلّهم تجار كلامهم سنديّ وعربيّ وهي فرضة الكورة كثيرة الدخل وثمّ يفيض مهران في البحر"[24]

"دیبل ایک سمندری شہر ہے۔ جس سے ملحق سو گاؤں ہیں اس میں رہنے والے زیادہ تر ہندو ہیں۔ طغیانی کے وقت سمندر کا پانی شہر کی دیواروں سے لگ جاتا ہے۔ یہاں کے لوگ تجارت پیشہ ہیں۔ ان کی زبانیں سندھی اور عربی ہیں یہ پورے صوبے کی بندرگاہ اور زیادہ آمدنی والا شہر ہے۔"

دیبل ہندوستان کا بہت بڑا شہر تھا اور اس وقت ہندوستان کا دارالحکومت تھا۔ راجہ داہر اسی شہر میں مقیم تھا۔ جب لشکر اسلامی نے اہل دیبل کو شکست سے دوچار کر دیا تو راجہ داہر دیبل چھوڑ کر یہاں سے بھاگ گیا۔ محمد بن قاسم نے تین دن تک یہاں قیام کیا۔

مسجد کی تعمیر اور مسلمانوں کی آبادکاری

محمد بن قاسم نے دیبل کی فتح کے بعد یہاں ایک مسجد تعمیر کروائی اور مسلمانوں کو یہاں آباد کرنے کے بعد نہرون کا قصد کیا۔

علامہ بلاذریؒ لکھتے ہیں:

"واختط مُحَمَّد للمسلمين بها وبنى مسجدا وأنزلها أربعة آلاف"[25]

"محمد بن قاسم نے دیبل میں مسلمانوں کی آبادی کے لیے الگ خطہ متعین کرکے اس میں مسجد تعمیر کروائی اور چار ہزار مسلمانوں کو وہاں آباد کیا۔"

نہرون کی فتح:

دیبل کی فتح کے بعد لشکر اسلامی نے محمد بن قاسم ثقفی کی سربراہی میں نہرون کا رخ کیا۔ جو دیبل سے بجانب جنوب چار دن کی مسافت پر تھا۔ نہرون اس زمانے میں وہ شہر تھا، جسے اب حیدرآباد (سندھ) سندھ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔[26] یہاں کے حاکم نے لڑائی کے بغیر ہی اطاعت قبول کر لی تھی اور اس کی خبر حجاج بن یوسف ثقفی کو بھی وہ دے چکا تھا۔

نہرون میں مسجد کی تعمیر:

محمد بن قاسم نے نہرون کو فتح کرکے وہاں مسجد تعمیر کی اور امام مقرر کرکے پانچ وقت نمازوں کا حکم دیا۔[27]

علامہ بلاذریؒ نے محمد بن قاسم کی فتوحات کے بارے میں لکھا ہے:

"وجعل مُحَمَّد لا يمر بمدينة إلا فتحها حَتَّى عبر نهرا دون مهران فأتاه سمنية سربيدس فصالحوه عمن خلفهم ووظف عليهم الخراج وسار إِلَى سهيان ففتحها، ثُمَّ سار إِلَى مهران فنزل"[28]

"محمد بن قاسمؒ جس شہر سے بھی گزرے اسے فتح کر لیتے۔ یہاں تک کہ مہران کے پاس ایک دریا پار کیا ، وہاں سربیدس کے سمنی ان کے پاس آئے اور وہاں کے لوگوں کی طرف سے صلح کر لی۔ محمد بن قاسم نے ان لوگوں پر خراج مقرر کیا، پھر سہبان فتح کیا اور مہران جا کر وسط علاقہ میں ٹھہرے۔"

سدوسان کی ایک ثقفی کی سربراہی میں فتح:

محمد بن قاسم ثقفیؒ نے سدوسان کی مہم پر اپنے قبیلہ کے ایک بہادر سپوت محمد بن مصعب ثقفی کو روانہ کیا۔ جب وہ سدوسان پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے اطاعت قبول کر لی اور وفاداری کی یقین دہانی کروائی۔

فتوح البلدان میں ہے:

"و بعث مُحَمَّد بْن الْقَاسِم مُحَمَّد بْن مصعب بْن عَبْد الرَّحْمَنِ الثقفي إِلَى سدوسان في خيل وحمارات، فطلب أهلها الأمان والصلح"[29]

"محمد بن قاسم نے محمد بن مصعب بن عبد الرحمٰن ثقفی کو سدوسان کی طرف سواروں اور ساز و سامان کے ساتھ روانہ کیا اور وہاں کے لوگوں نے امان اور صلح کی درخواست کی۔"

راجہ داہر سے مقابلہ اور اس کا ایک ثقفی کے ہاتھوں قتل:

نہرون کی فتح کے بعد محمد بن قاسم ثقفی کو حجاج بن یوسف ثقفی کا خط ملا کہ اب کسی دوسری جگہ پیش قدمی کی بجائے "راجد ھانی"[30] کا رخ کرو۔ اور وہاں جا کر راجہ داہر سے مقابلہ کرو۔

راجہ داہر اور اس کا لشکر پوری تیاری کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا تھا۔ محمد بن قاسم نے مجاہدین اسلام کو اس موقع پر ایک پرجوش خطبہ دیا۔ اپنے لشکر ترتیب لگاتے ہوئے طائف کے نوجوانوں اور بہادروں کو اہم ذمہ داریاں سونپی تھیں۔ میمنہ پر ذمہ داری جناب حنظلہ کلابی کی لگائی تھی اور مقدمہ میں ثقفی نوجوان معصب بن عبد الرحمٰن ثقفی موجود تھا۔ اہل ہند اور مسلمان عربوں کے درمیان یہ ایک زبردست معرکہ آرائی تھی جس کے نتیجے میں راجہ داہر اور اس کے لشکر کو شکست فاش ہوئی یہاں تک راجہ داہر بھی اس معرکہ میں قتل ہو گیا۔

راجہ داہر کی موت کا احوال بیان کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے:

"راجہ داہر نے دیکھا کہ جنگ اسی طرح جاری ہے اور دونوں فوجیں لڑ کر تھک گئی ہیں، اس کے جانثار سپاہی اور بڑے بڑے سردار اور بہت سے قریبی رشتہ دار سب مارے گئے۔ اس سے اس کے دل

پر غیرت پیدا ہوئی اور ہاتھی سے اتر کر پیادہ شمشیر بکف لڑنا شروع کر دیا۔اس نے انتہا درجے کی بہادری دکھائی۔اور خوب لڑا۔10 رمضان پنج شنبہ 93ھ کا آخری وقت تھا۔اور اب آفتاب غروب ہو رہا تھا کہ راجہ داہر کے مقابل ایک عرب پہنچا، اور اس نے تلوار کا ایک ہاتھ ایسا بھرپور مارا کہ تلوار سے سر گردن تک کٹ گئی، اور راجہ داہر کے اقبال کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔"[31]

اگرچہ راجہ داہر کے قاتل کے بارے میں مختلف روایات ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ راجہ داہر کو بنو کلاب کے ایک بہادر نوجوان نے جہنم واصل کیا تھا، غالب امکان یہی ہے کہ یہ بنو کلاب جو کہ بنو ثقیف کی ایک شاخ ہے اسی کا فرد تھا کیونکہ اس نے اپنی بہادری اور جرات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

" الخيل تشهد يوم داهر والقنا وَمُحَمَّد بْن الْقَاسِم بْن مُحَمَّد
أني فرجت الجمع غير معرد حَتَّى علوت عظيمهم بمهند
فتركته تحت العجاج مجدلا متعفر الخدين غير مؤسد"[32]

"گھوڑے، نیزے اور محمد بن قاسم سب اس کے شاہد ہیں کہ جس دن معرکہ داہر میں مسلسل لڑتا رہا یہاں تک کہ ہندی تلوار سے ہند کے متکبر بادشاہ پر غالب آ گیا۔میں نے اسے مار کے یوں چھوڑا کہ اس کا چہرہ غبار آلود تھا اور اس کا سر تکیہ سے خالی تھا۔"

فتح سندھ کی خوشخبری اور والی عراق:

شوال 93ھ کے شروع مہینہ میں حجاج بن یوسف کو فتح سندھ کی خوشخبری دی گئی۔اس نے تمام لوگوں کو کوفہ کی جامع مسجد میں جمع کیا اور ان کو یہ خبر سنائی۔[33]

اس کے بعد محمد بن قاسم ثقفی اور ان کے لشکر نے کئی ایک بلاد وامصار کو فتح کیا جن میں برہمن آباد، الور، ارور)، بھیلیمان، سورٹھ، کھڈا اور دیگر شہر بھی فتح کیے بالآخر محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ ملتان پہنچا اور ملتان کو فتح کیا جہاں سے مسلمانوں کو بہت سارے خزانے دستیاب ہوئے جن کی وجہ سے لشکر اسلامی مالا مال ہو گیا۔

شیخ اصطخری نے ملتان کے بارے میں لکھا ہے:

" وعلى الملتان حصون منيعة وهى خصبة الّا انّ المنصورة اخصب واعمر منها والملتان انّما سمّى فرج بيت الذهب لانّها لمّا فتحت فى اوّل الاسلام كان فى المسلمين ضيق وقحط فوجدوا فيها ذهبا كثيرا فاتّسعوا به"[34]

"ملتان محفوظ اور مستحکم شہر پناہ سے گھرا ہوا ہے، ایک سرسبز وشاداب علاقہ ہے، لیکن منصورہ اس سے بھی زیادہ ہرا بھرا ہے۔ملتان کا نام فرج الذہب اس لیے پڑا کہ جب شروع میں اسے فتح کیا گیا تھا تو اس وقت مسلمانوں میں بڑی تنگی تھی، جب یہاں سونے کا ڈھیر مل گیا تو وہ خوشحال ہو گئے۔

ہندوستان کی فتوحات کے غنائم وفوائد:

ہندوسندھ میں محمد بن قاسم اور اس کے لشکر کو آئے ہوئے اب دو سال گزر چکے تھے۔ ہندوسندھ فتح ہو چکا تھا۔ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو لکھا کہ جو آپ کو غنائم حاصل ہوئے ہیں ان کی تفصیل دو تاکہ ہندوستان پر خرچ کا حساب لگایا جائے۔

علامہ بلاذریؒ نے لکھا ہے:

"ونظر الحجاج فإذا هُوَ قَدْ أنفق عَلَى مُحَمَّد بْن الْقَاسِم ستين ألف ألف ووجد ما حمل إليه عشرين ومائة ألف ألف، فقال: شفينا غيظنا وأدركنا ثأرنا وازددنا ستين ألف ألف درهم ورأس داهر"[35]

"حجاج نے جنگ کے بعد جب آمد و خرچ کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ اس نے محمد بن قاسم کے لشکر پر 6 کروڑ صرف کیا تھا اور 12 کروڑ مال غنیمت حاصل ہوا تھا۔ اور کہا کہ ہمارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ ہم نے اپنے خون کا بدلہ لے لیا اور اس کے علاوہ چھ کروڑ درہم اور راجہ داہر کا سر بھی حاصل کر لیا۔"

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"93ھ میں محمد بن قاسم سندھ پہنچا اور تین برس کے عرصہ میں چھوٹے کشمیر کی سرحد ملتان سے (عرب پنجاب کو چھوٹا کشمیر کہتے ہیں) لے کر کچھ تک اور ادھر مالوہ کی سرحد تک قبضہ کر لیا اور پورے سندھ میں اس نے نہایت عدل وانصاف اور امن وامان کی سلطنت قائم کر دی۔"[36]

حجاج بن یوسف ثقفی کی وفات کی خبر:

بلاد ہند وسندھ میں اسلامی عساکر باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ روانہ کرنے کا تمام تر اعزاز حجاج بن یوسف ثقفی کو جاتا ہے۔ انہوں نے ہی جیوش اسلامی کو حربی ساز وسامان کے ساتھ ہندوسندھ کی مہمات کے لیے روانہ کیا تھا۔ جن کی وجہ سے ہندوسندھ میں اسلام کی اشاعت ہو چکی تھی اور یہاں باقاعدہ اسلامی حکومت کا قیام ہو چکا تھا۔

95ھ میں محمد بن قاسم ابھی ملتان کی فتح کے بعد وہاں انتظام وانصرام میں مشغول تھا کہ اس نے بنو ثقیف کے نہایت بہادر، مدبر انتظام وانصرام میں نمایاں مقام رکھنے والے فرد جناب حجاج بن یوسف کی وفات کی خبر سنی جس کی وجہ سے اسے نہایت صدمہ پہنچا۔

حجاج بن یوسف ثقفی کے بارے میں تاریخی مآخذ میں جو روایات موجود ہیں۔ ان سے ان کی شخصیت کے بارے میں مثبت اور منفی دونوں طرح کی آراء قائم ہو سکتی ہیں۔ بہر حال حجاج بن یوسف کی وفات سے اہل ہند کو ناقابل تلافی نقصان ہوا کیونکہ ہندوسندھ کی فتوحات میں اور بلاد ہند وسندھ میں اشاعت اسلام میں اس کا نمایاں اور ناقابل فراموش کردار ہے۔

حجاج بن یوسف ثقفی نے بلاد ہند میں جہاد مہمات میں خصوصی دلچسپی لی تھیں وہ مسلسل محمد بن قاسم سے رابطہ میں رہے اور خطوط کے ذریعے محمد بن قاسم اور ان کے لشکر کی راہنمائی کرتے رہے۔ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو کئی ایک خطوط ارسال کئے جن میں سے بارہ خطوط کا تفصیلاً تذکرہ مولانا اسحاق بھٹی نے "برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش" میں کیا تھا۔[37]

سلیمان بن عبدالملک کی تخت نشینی:

مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:

"95ھ ماہ رمضان میں حجاج بن یوسف نے وفات پائی۔ جس نے محمد بن قاسم کو سندھ اور ہند کے محاذ پر روانہ کیا تھا۔ اس کے بعد 15 جمادی الاخری 96ھ (25فروری 715ء) کو خلیفہ ولید بن عبدالملک نے انتقال کیا، جس کے دور خلافت میں محمد بن قاسم کو سرزمین ہند پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ولید کے بعد اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک تخت خلافت پر متمکن ہوا۔"[38]

محمد بن قاسم کی برصغیر پاک وہند میں گرفتاری:

سلیمان بن عبدالملک کو حجاج بن یوسف کے ساتھ ذاتی عناد تھا(اس کی وجوہات طوالت کے خوف کی وجہ سے بیان نہیں کی جارہی ورنہ اس پر بھی تاریخی مآخذ میں تحریرات موجود ہیں۔)

حجاج بن یوسف کی وفات تو اس کے تخت نشین ہونے سے قبل ہی ہو چکی تھی اس نے اپنی عداوت کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ان حاکموں اور افسروں کو معزول کر دیا تھا جن کی تقرری والی عراق حجاج بن یوسف نے کی تھی۔ تاریخ سندھ میں ہے:

ہندوستان سے ہی یزید بن کبشہ نے گرفتار کرکے معاویہ بن مہلب کے ساتھ عراق روانہ کیا۔[39]

جب محمد بن قاسم کو سندھ وہند سے گرفتار کرکے عراق پہنچایا گیا اور وہاں پہنچتے ہی اس کی سختیوں میں مزید اضافہ کر دیا گیا تو اس موقع پر محمد بن قاسم نے کہا:

أضاعوني وأي فتى أضاعوا ليوخمٍ كريهةٍ وسداد ثغر[40]

"انہوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کیسے نوجوان کو ضائع کر دیا۔ اس مصیبت کے دن چاروں اطراف سے راستے بند ہو چکے ہیں۔"

اہل ہندوستان نے محمد بن قاسم کی گرفتاری پر مزاحمت کا ارادہ کیا تھا لیکن محمد بن قاسم نے ان کو اس اقدام سے منع کر دیا تھا کیونکہ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ جس مجاہد نے اسلام کے لیے پوری زندگی گزاری ہو اور کئی ایک علاقوں کو فتح کیا ہو۔ آج اس کی ذات کے لیے وہاں خون خرابہ ہو۔

ولو كنت أجمعت الفرار لوطئت إناث أعدت للوغى وذكور
وما دخلت خيل السكاسك أرضنا ولا كان من علكٍ علي أمير
وما كنت للعبد المزوني تابعاً فيا لك دهر بالكرام عثور (41)

"اگر میں بغاوت وفرار کا عزم کر لیتا تو بہت سے مرد وخواتین وہاں کچلے جاتے جنہیں درحقیقت جہاد کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ ہماری اس سرزمین پر قبیلہ "سکاسک" کے گھوڑے قدم نہ رکھ سکتے تھے۔ نا میرے مقابلے میں "عک" کے علاقہ کا آدمی امیر بنا جا سکتا تھا۔ اور نہ میں "مزینہ" قبیلہ کے غلام کا تابع ہو سکتا تھا۔ زمانے بھر کا افسوس ہے ایسے شرفا پر جو ٹھوکریں کھا گئے۔"

محمد بن قاسم فاتح سندھ وہند نے سلیمان بن عبد الملک اور اس کے عمال کا ناروا سلوک اور ظلم وستم دیکھا تو اس اپنے ماضی کے کارنامے اور جرات وبہادری کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

فلئن ثويت باسطٍ وبأرضها رهن الحديد مكبلاً مغلولا
فلرب قينة فارسٍ قد رعتها ولرب قرنٍ قد تركت قتيلاً (42)

"میں اگرچہ واسط کی سرزمین میں زنجیروں میں جکڑا ہوا پڑا ہوں۔ قبل ازیں کتنی ہی ایرانی مظلوم خواتین کی عزتوں کی حفاظت کر چکا ہوں۔ اور کتنے ہی مدمقابل بہادروں کو موت کے گھاٹ تار چکا ہوں۔"

فاتح ہندوسندھ اب سلیمان بن عبد الملک کی انتقام کی آگ کا نشانہ بن گیا تھا۔ واسطہ شہر میں پس دیوار زنداں تھا۔ اور دیگر ثقفیوں کے ساتھ قید میں پڑا تھا۔ یہ جیل خانہ عقوبت خانہ بن چکا تھا۔ لیل ونہار میں سزاؤں کے کئی دور شروع ہوتے تھے۔ محمد بن قاسم "فاتح سندھ" موت کے گھاٹ اتارنے کی گھڑیاں قریب آرہی تھیں۔ اس سے قبل اس کو اذیت ناک طریقے سے موت کے گھاٹ اتارا جاتا، اس کے خون کے پیاسوں کو ابھی اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کا موقع میسر نہ آسکا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے ایک "عظیم مجاہد" اور مدبر "سپہ سالار" کا خون کرتے اور پھر اس کا تمسخر اڑاتے اس سے قبل ہی اس کے قفس عنصری سے اس کی روح پرواز کر گئی یوں اس کے مخالفین کی انتقام کی آگ ٹھنڈی ہو گئی۔

دوسری طرف اہل ہندوسندھ کو جب اپنے "محسن" کی موت کی خبر موصول ہوئی تو وہ اس پر مدتوں تڑپتے رہے اور ان کی آنکھیں خون کے آنسوں بہاتی رہیں۔ اہل سندھ نے محمد بن قاسم کی یاد میں "کیراج" میں ان کا مجسمہ بنایا تاکہ ان کے محسن کی یاد تازہ رہے۔

علامہ بلاذریؒ نے لکھا ہے:

"فبكى أهل الهند على محمد، وصوروه بالكيرج" (43)

"ہند کے باشندے محمد بن قاسم کی وفات پر روئے اور ان کا مجسمہ کیراج میں بنایا۔"

عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی کی سرزمین ہندوسندھ میں خدمات:

ہشام بن عبدالملک 105ھ میں خلیفہ بنے تو انہوں نے عراق کا حاکم اعلیٰ حاکم بن عبد اللہ القسری کو مقرر کیا تو انہوں نے سندھ کے حالات معلوم کیئے، تو اس کے بعد ہشام بن عبدالملک سے سفارش کی کہ سندھ کا والی حکم بن عوانہ کلبی کو بنایا جائے۔ حاکم بن عوانہ ہندوسندھ کی سرزمین میں آئے تو ان کے ساتھ محمد بن قاسم کا بیٹا عمرو ثقفی بھی تھا۔

قاضی اطہر مبارکپوری لکھتے ہیں:

"عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی نے پندرہ سال تک ہندوسندھ میں حکم بن عوان کی معیت وماتحتی میں بیش بہا خدمات انجام دیں، پھر دو سال تک ان کی غیر موجودگی میں فوجی امیر وافسر رہے۔ اس لیے حکم بن عوانہ کی شہادت (123ھ) کے بعد عمرو بن محمد بن قاسم کی امارت کے مستحق تھے مگر عین وقت پر ایک مدمقابل نکل آیا جس کا پہلے سے کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ یہ یزید بن عرار نامی ایک شخص تھا۔ حکم کی شہادت کے بعد دونوں میں سندھ کی امارت کے لیے کشمکش پیدا ہوئی۔"[44]

سندھ کی حکمرانی کے بارے میں عمرو ثقفی اور یزید بن عرار کے درمیان جب جھگڑا ہوا تو اس وقت عراق کے حاکم اعلیٰ یوسف بن عمر ثقفی تھا، کیونکہ جمادی الاخریٰ 120ھ میں عراق کی حکومت سے خالد قسری معزول ہو گیا تھا۔[45]

یوسف بن عمر ثقفی کو جب دونوں کی کشمکش کا علم ہوا تو اس نے خلیفہ ہشام بن عبدالملک کو اطلاع ی، ہشام نے کہا کہ اگر عمرو ثقفی جوان ہو چکے ہیں تو ان کو سندھ کی امارت دی جائے۔

عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی والئی سندھ:

یوسف بن عمر ثقفی نے سندھ کی امارت کے لیے ثقیف قبیلہ کے نوجوان عمرو بن مجمد بن قاسم ثقفی کا انتخاب کیا اور سندھ کی امارت اس کے سپرد کر دی۔[46]

شہر منصورہ کا قیام:

عمرو بن محمد ثقفی جب والئی سندھ بنے تو انہوں نے اپنے حلیف یزید بن عرار کو گرفتار کر لیا اور اس کے بعد دریا سے کچھ دور منصورہ شہر آباد کیا اور اسے امراء وحکام کا مستقر بنا کر اس جگہ سے غزوات وفتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔[47]

عمرو بن محمد کی معزولی:

ہندوسندھ میں عمرو بن محمد ثقفی نے نمایاں کارنامے سرانجام دیئے۔ عظیم باپ کا عظیم بیٹا ہونے کا ثبوت دیا۔ اہل ہندوسندھ نے عمرو بن محمد بن قاسم کی معیت وسربراہی میں جنگی مہمات میں بھرپور حصہ لے رہے تھے کہ بدقسمتی سے خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا انتقال ہو گیا، اور عمرو بن محمد ثقفی کو معزول کر دیا گیا۔

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

”6 ربیع الاول 125ھ میں ہشام وفات پا گیا اور اس کی جگہ ولید بن یزید بن عبد الملک تخت نشین ہوا۔ عمرو بن محمد ثقفی تقریباً پانچ سال سندھ کا حاکم رہا، لیکن ولید جب بر سر حکومت ہوا تو ہشام کے تمام عمال اس نے معزول کر دیئے اور اسی میں عمرو بن محمد بھی تھا۔“ (48)

عمرو بن محمد ثقفی کی ہند و سندھ میں وفات:

ولید کو حکومت کا بہت کم وقت ملا اس کے بعد یزید بن ولید 126ھ میں امارت کے منصب پر متمکن ہوا تو اس نے عمّال میں کئی ایک تبدیلیاں کر دیں۔

محمد بن غزان کو سندھ کا والی مقرر کر دیا تو اس نے عمرو بن محمد کو سخت سے سخت اذیتیں دلوائیں۔ جہاں تک عمرو بن محمد کی وفات ہو گئی۔

امام ابن جریر طبری نے لکھا ہے:

"فأخذ عمرو بن محمد، فأوثقه وأمر به حرَسًا يحرسونه، وقام إلى الصلاة، فتناول عمرو سيفًا مع الحَرَس،فاتّكأ عليه مسلولًا حتى خالط جوفه، وتصايح الناسُ؛ فخرج ابن غَزّان فقال: ما دعاك إلى ما صنعت؟قال:خفت العذاب، قال: ما كنت أبلغ منك ما بلغتَه من نفسك. فلبث ثلاثًا ثم مات" (49)

”اس نے (محمد بن غزان) عمرو بن محمد کو قید کر لیا اور اس پر نگرانوں کا ایک دستہ مقرر کر کے نماز کے لیے چلا گیا۔ عمرو نے تلوار پکڑی اور اس پر اس طرح گرا کہ وہ اس کے پیٹ میں چلی گئی لوگ یہ منظر دیکھ کر چلانے لگے۔ محمد بن غزان یہ شور سن کر آیا تو اس نے (عمرو) سے پوچھا تم نے یہ کیوں کیا ہے اس نے جواب دیا تمہاری اذیتوں سے خائف ہو کر یہ قدم اٹھایا۔ اس نے کہا کہ میں تمہیں اس قدر سزا نہ دیتا جو تم نے خود اپنے آپ کو دی ہے۔ اس کے بعد ”عمرو“ تین دن زندہ رہا اور پھر وفات پا گیا۔“

تاریخ طبری کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ”عمرو“ نے خود کشی کی ہے۔ لیکن یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کہ ایک عظیم سپہ سالار کا بیٹا اس قدر دل برداشتہ ہو گیا ہو کہ وہ خود کشی کا راستہ اختیار کر لے اور دوسری بات یہ بھی محل نظر ہے کہ نگرانوں کی موجودگی میں ایک قیدی کے پاس تلوار کیسے پہنچی اور نگرانوں کو یہ کیونکر معلوم نہ ہوا کہ ان کا قیدی اتنا بڑا قدم اٹھانے لگا ہے۔

دراصل اس کی حقیقت یہ ہے کہ محمد بن غزان نے خود قتل کروا کر اس کے بارے میں مشہور کر دیا تھا کہ اس نے خود کشی کر لی ہے اور وہ اپنے محاسبہ سے خائف تھا۔

علامہ محمد ابن حبیب بغدادی لکھتے ہیں:

"فحبسه و در اليه من قتله فاصبح ميتاً واشاع انه قتل نفسه من خوف المحاسبة " (50)

"اس کو قید کرکے خفیہ طریقے سے ایک آدمی بھیجا جس نے اس کو قتل کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو فوت ہوچکا تھا اور یہ بات عام کر دی گئی کہ وہ اپنے محاسبہ کے ڈر سے خودکشی کر چکا ہے۔"

ہائے افسوس کے آپس کی عداوتوں نے کیسے کیسے لوگ ضائع کر دیئے اور انتقام کی آگ نے کبھی ان کی خامیوں پر پردہ نہ ڈالا۔ دنیاوی حرص و ہوس نے ان کی صلاحیتوں اور خوبیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ہندوسندھ کی سرزمین کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس خطہ نے کئی اور ثقفی حضرات کی قدم بوسی کی ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

یوسف بن محمد بن قاسم ثقفی

فاتح ہندوسندھ محمد بن قاسم کے تین بیٹے تھے عمرو بن محمد بن قاسم، یوسف بن محمد قاسم اور قاسم بن محمد بن قاسم، ان میں سے عمرو بن محمد ثقفی خلیفہ ہشام کے عہد میں سندھ کے امیر رہے اور یہاں ہی انہوں نے وفات پائی۔ محمد بن قاسم کے دوسرے بیٹے یوسف بن محمد ثقفی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ اپنے والد کے ہمراہ ہندوسندھ کی مہمات میں شریک رہے۔ (51)

صلب بن قاسم ثقفی

محمد بن قاسم نے جس لشکر اسلامی کے ساتھ سندھ وہند پر حملہ کیا تھا، اس لشکر میں قبیلہ ثقیف کے کئی ایک افراد شامل تھے، جن کے نام تاریخی ماخذں میں محفوظ نہیں ہوسکے لیکن کئی ایک شواہد سے ان کی برصغیر میں آمد کا تذکرہ ضرور مل جاتا ہے۔

محمد بن قاسم کے لشکر میں ان کی والدہ، والد، چچا اور بھائی صلب بن قاسم بھی شریک تھے۔ ان کا ذکر حجاج بن یوسف نے اپنے اس خط میں کیا جو اس نے فتح سندھ کی خوشخبری ملنے کے بعد ارسال کیا تھا۔

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ میں ہے:

"تمہارے لشکر میں اتنے بزرگ موجود ہیں جیسے کہ بنو سلیم، بنو تمیم، خود تمہاری والدہ حبیبۃ العظمیٰ، تمہارا حقیقی بھائی صلب بن قاسم، تمہارے چچا اور والد بھی کچھ کم نہیں ہے۔"(52)

محمد بن مصعب ثقفی:

فاتح سندھ وہند کے لشکر میں ایک بہادر، نڈر سپاہی محمد بن مصعب ثقفی تھے، جو ایک تجربہ کار جنگجو اور عظیم کمانڈر تھے۔ محمد بن قاسم نے اپنے لشکر میں ان کو اہم ذمہ داریاں سونپی ہوئیں تھیں، ان کی خدمات عسکر اسلامی میں نمایاں تھیں۔ جہاں تک کہ جب راجہ داہر کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ آرائی ہوئی تو اس وقت محمد بن قاسم نے محمد بن مصعب کی ذمہ داری فوج کے "مقدمہ" میں لگائی تھی۔

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ لکھتے ہیں:

"مقدمہ نے جنگ شروع کی اور ایک طرف سے اپنے ساتھیوں سمیت محمد بن زیاد العبدی اور بشر بن عطیہ اور دوسری طرف سے محمد بن مصعب بن عبد الرحمٰن الثقفی اور خریم بن عروہ مدنی، داہر کے مقابل ہوئے۔"(53)

اسی معرکہ میں جب میدان کارزار اپنی جوبن پر تھا تو ایک بار لشکر اسلامی میں کھلبلی مچ گئی اور لشکر کے بہادر افراد ادھر ادھر ہوئے تو سپہ سالار نے اپنے جن بہادر سپاہیوں کو مشکل موقع پر صدا دی تو ان میں محمد بن مصعب بن عبد الرحمٰن ثقفی کو بھی باآواز بلند اپنی شجاعت و بہادری کے کارنامے رقم کرنے کے لیے ابھارا۔

"خریم بن عمرو مدنی کہاں ہے، کحلی ذہلی، محمد بن مصعب بن عبد الرحمٰن اور نباتہ بن حنظلہ کلابی کہاں ہیں۔ دارس بن ایوب کہاں گیا؟ ابو فضہ محمد بن زیاد العبدی اور تمیم بن زید قینی کہاں ہے؟ دوستو! قرابت دارو! اسلحہ بردارو! شمشیر زنو! پہرہ دارو اور نیزہ بازو! اسلام کا سہارا تم ہو لشکر کی ترتیب درست کرکے اپنی جگہوں پر قدم جماؤ، پریشان نہ ہو۔ بلکہ اپنی فوج کی ہمت افزائی کرو۔"(54)

محمد بن مصعب بن عبد الرحمٰن ثقفی کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ ان کی سرپرستی میں لشکر اسلامی نے سدوساں (سیوسان) کا علاقہ بھی فتح کیا تھا۔

موسیٰ بن یعقوب ثقفی:

محمد بن قاسم کے جیش میں شامل تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ ثقیف سے تھا۔ انہوں نے فتح سندھ کے بعد اسی جگہ کو اپنا متمکن بنالیا تھا اور یہ یہی آباد ہوگئے تھے۔ محمد بن قاسم نے ان کو الور (اروڑ) کا قاضی مقرر کیا تھا۔

مولوی ذکاء اللہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جب الور کے مغرور باشندے مطیع ہوگئے اور اس دار الملک پر پورا تسلط ہوگیا تو محمد بن قاسم نے رواح بن اسد کو یہاں حاکم اور امور شرعی کے لیے موسیٰ بن یعقوب کو قاضی مقرر کیا۔ اور ان کو حکم دیا کہ

یہاں تک ہوسکے رعیت پروری اور عدل گستری کریں۔ اور امور معروف پر اوامر اور اوامر منکر پر نہی کرتے رہیں۔"(55)

مولانا اسحاق بھی لکھتے ہیں:

"قرآن وحدیث اور معاملہ فہمی میں مہارت کی بناپر محمد بن قاسم نے 93ھ میں سندھ کے دارالحکومت شہر اروڑ کو فتح کرنے کے فوراً بعد انہیں (موسیٰ بن یعقوب ثقفی) اس شہر کی مسند قضاوخطابت پر متمکن کر دیا تھا۔ بعد میں یہ پورے سندھ کے قاضی القضاۃ رہے۔"(56)

رواح بن اسید ثقفی:

یہ ایک مشہور تاجر اخنس بن شریق ثقفی کے پوتے تھے۔ ان کی قائدانہ صلاحیت کی بناپر محمد بن قاسم نے جب سندھ کے دارالحکومت الور (اروڑ) کو فتح کیا توان کو وہاں حاکم مقرر کیا تھا۔(57)

قاضی اطہر مبارکپوری نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ اموی حکمران عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں سندھ کے والی مقرر ہوئے۔(58)

کمال الدین اسماعیل بن علی بن محمد ثقفی:

یہ شہر الور (اروڑ) میں منصب قضاۃ اور خطابت پر فائز رہے ہیں۔ یہ صاحب علم وفضل تھے اور فصاحت و بلاغت میں کوئی اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

ان کے بارے میں سید ابو ظفر ندوی نے لکھا ہے کہ

"کمال الدین اسماعیل بن علی بن محمد ثقفی ایک بہت بڑے عالم تھے جو اسی خاندان کے فرد تھے۔ 613ھ (1216ء) میں شہر ارور پر قاضی کے عہدہ پر فائز تھے۔ چچ نامہ عربی میں انہی بزرگوں میں سے کسی کی تصنیف ہے، جس کو بعد میں ابن علی کوفی نے فارسی میں منتقل کیا ہے۔"(59)

عبدالرحیم بن حماد ثقفی:

انہوں نے سندھ میں بہت بڑے محدث کی حیثیت سے شہرت پائی تھی، بصرہ میں جب انہوں نے سکونت اختیار کی تو یہ "شیخ کبیر" کے نام سے معروف ہوئے۔ اگرچہ یہ سندھ میں پیدا ہوئے لیکن ان کا تعلق ثقفی قبیلہ سے تھا۔ اسی لیے ان کی شہرت عبدالرحیم ثقفی، سندھی اور بصری سے ہوئی۔

قاضی اطہر مبارکپوری لکھتے ہیں:

"اموی دور میں سندھ میں پیدا ہوئے، اور یہاں سے بصرہ تشریف لے جا کر وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ بنو ثقیف کے اس خاندان سے تھے جو فتح دیبل کے بعد وہیں آباد ہو گیا تھا۔"(60)

مذکورہ بالا شخصیات کے علاوہ کئی ایک افراد نے سرزمین برصغیر میں اپنی خدمات سرانجام دی ہیں، تاریخی کتب کی ورق گردانی کرنے سے مزید ان کے بارے میں معلومات مہیا ہو سکتی ہیں۔ اور اس خاندان کے کئی ایک افراد کے کارنامے منظر عام پر لائے جا سکتے ہیں۔ جو اہل طائف (بنو ثقیف) برصغیر میں خدمات کا اعتراف کرتے ہیں۔

فتح سندھ کے بعد عربوں نے خاص طور بعض ثقفیوں نے ہندوسندھ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ اور یہیں آباد ہو کر زندگی بسر کی تھی، جس کا اس سرزمین کو بہت فائدہ ہوا۔

مولانا عبد الرشید بستوی لکھتے ہیں:

"محمد بن قاسم کی سندھ آمد اور اس کی معزولی کے بعد اس کے لشکریوں کی ایک تعداد نے سندھ ہی میں اقامت کر لی۔ مستقل کے حوالے سے سندھ کے لیے بہت سود مند ثابت ہوئی۔ اس کے باعث نہ صرف کہ یہاں کی صنم آشنا سرزمین، زمزمۂ توحید سے معمور اور نغمہ رسالت سے آباد ہو گئی۔ بلکہ اس کی مٹی سے ایسے ایسے تاب دار لعل و جواہر پیدا ہوئے، جو پوری دنیا اسلام کے آسمان علم و فضل، صلاح و تقویٰ، سیاست و سیادت، امارت قضاء اور جہاد و قتال کے درخشاں ستارے ثابت ہوئے اور جنہوں نے علم دین کی ہمہ جہتی خدمات کے ایسے تابندہ نقوش چھوڑے، جو رہتی دنیا تک نشان منزل کا پتہ دیتے ہیں اور اپنے اولین راہ رووں کی عظمت و عبقریت کی خبر دیتے رہیں گے۔(61)

اہل طائف کا شمار اگرچہ ان لوگوں میں ہوتا ہے جو قبولیت اسلام کے شرف سے عہد رسالت کے آخری سالوں میں بہرہ ور ہوئے لیکن ان کے حصے میں اتنے تھوڑے عرصے میں جو سنہری کارنامے اور عظیم خدمات آئی ہیں وہ کسی دوسرے قبیلہ یا خاندان کو میسر نہیں آسکیں۔ بطور خاص سندھ و ہند میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

اہل ہند و سندھ ہمیشہ ان کے مقروض رہیں گے ان پر جو انہوں نے احسانات چھوڑے ہیں ان کو کبھی چکایا نہیں جا سکتا۔

مولانا عبد اللہ دانش اس قبیلہ کے اعزاز و خدمات کے اعتراف میں رقمطراز ہیں:

"جب اسلام اپنی شان و شوکت سے آیا تو قیادت کا تاج انہیں کو پہنایا گیا۔ قدیم عربیت کا ہار انہی کے زیب گلو ہوا۔ ان میں سے ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جو خطہ ہائے ارضی پر شہروں کے شہر فتح کرتی چلی گئی۔ مشرک کے قلعوں کو ایک ایک کرکے مسمار کرتی گئی۔ دور دراز کی زمین انہیں مختلف علاقوں میں پھیل جانے کے مواقع خود فراہم کرتی رہی۔ یہ لوگ کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لیے نکلے۔ نہ طویل مسافتوں کے شکوے نہ تنگ دستی کے گلے۔

بے شک وہ لوگ (بنو ثقیف) طائف میں تھے۔طائف مکہ کے علاقوں میں ایک شہر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے۔اس کی فضاؤں کو ٹھنڈک بخشتا رہے۔اس کے باغوں میں رنگارنگ پودے اگاتا رہے۔اس کے پھلوں کو ایک ہی نوع کا پانی ملتا رہے۔(62)

مختصر یہ ہے کہ اہل طائف کے حق میں رسول اکرم ﷺ نے جو دعائیں فرمائیں تھیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا شرف قبولیت بخشا کہ اس خطے کے لوگ اگرچہ آخر میں مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس قدر اسلام کے لیے قربانیاں دیں کہ تاریخ ان کو سنہری حروف میں لکھتی ہے۔تاریخی مآخذ میں ان کے ایسے ایسے کارنامے موجود ہیں جن پر گرد و غبار کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ان کے اسلام قبول کر لینے کے بعد تاریخ اسلام میں کئی ایک اتار چڑھاؤ آئے لیکن یہ ایسے ثابت قدم رہے کہ ان جیسی مثالیں ملنا ناپید ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ اہل طائف کی قربانیوں کو درجہ قبولیت سے نوازے اور ان کی خطاؤں سے در گزر فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

حوالہ جات

(1) ابن حجر، احمد بن علی، العسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ، 6/388

(2) نسائی، احمد بن شعیب بن علی، السنن للنسائی، کتاب الجہاد، باب غزوۃ الھند، حدیث نمبر:3175، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، 1406ھ

(3) شیبانی، احمد بن حنبل، مسند احمد، دار الحدیث۔قاہرہ، طبع اول، 1995ء، حدیث نمبر:7128

(4) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، داراحیاء التراث العربی، طبع اول، 1988ء، 3/135

(5) ابن قیم جوزی، محمد بن ابی بکر بن ایوب، زاد المعاد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔مکتبہ المنار الاسلامیہ، الکویت، 1994ء، 3/959

(6) مبارکپوری، قاضی اطہر، عرب و ہند عہد رسالت میں، مکتبہ عارفین، کراچی، 1975ء، ص:196

(7) برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص:45

(8) مبارکپوری، قاضی اطہر، خلافت راشدہ اور ہندوستان، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور، ص:79

(9) عرب و ہند عہد رسالت میں، ص:193

(10) فتوح البلدان، 1/416

(11) ابن حزم، علی بن احمد، جمہرۃ انساب العرب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1403ھ، 1/266

(12) خلافت راشدہ اور ہندوستان، ص:103۔104

(13) مبارکپوری، قاضی اطہر، العقد الثمین فی فتوح الہند من ورد فیہا من الصحابۃ والتابعین والانصار، مکتبہ طباعۃ للنشر والتوزیع، ص:43

(14) ذہبی، محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1419ھ، 1/179

(15) ہمدانی، احمد بن محمد، ابن فقیہ، کتاب البلدان، عالم الکتب، بیروت، 1416ھ، ص:199

(16) بلوچ، نبی بخش خان، فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ، (مترجم: اختر رضوی)، سندھی ادبی بورڈ، جام شورو، 2008ء، ص:115

(17) فرشتہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، مترجم: عبدالحئی، لاہور، 1962ء، ص:791

(18) ندوی، معین الدین، تاریخ اسلام، اعظم گڑھ، 1958ء، 2/144

(19) ندوی، سید سلیمان، مولانا، عرب وہند کے تعلقات، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، 2010ء، ص:13

(20) فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر، حافظ، نامور سپہ سالار، مکتبہ مدینہ، اردو بازار، لاہور، 1986ء، ص:302

(21) ابن اثیر، محمد بن محمد بن عبدالکریم، الکامل فی التاریخ، دار الکتاب العربی، بیروت۔ لبنان، طبع اول، 1997ء، 4/537

(22) ندوی، سید سلیمان، علامہ، تاریخ سندھ، دار الاشاعت، کراچی، 1975ء، ص:47

(23) نجیب آبادی، اکبر شاہ، آئینہ حقیقت نما، نفیس اکیڈمی، کراچی، 1983ء، ص:109

(24) مقدسی، محمد بن احمد، احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، دار صادر، بیروت، 1411ھ، 1/479

(25) فتوح البلدان، ص:421

(26) برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص:151

(27) خلافت امویہ اور ہندوستان، ص:373

(28) فتوح البلدان، ص:421

(29) فتوح البلدان، ص:421

(30) یہ علاقہ ہندوستان میں شامل تھا جو موجودہ دور میں گجرات کاٹھیاوار کا حصہ ہے۔ (برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص:153)

(31) تاریخ سندھ، ص:75

(32) فتوح البلدان، ص:422

(33) تاریخ سندھ، ص:81

(34) الاصطخری، ابراہیم بن محمد، الفارسی، المسالک والممالک، دار صادر، بیروت، 2004ء، ص:175

(35) فتوح البلدان، ص:423

(36) عرب وہند کے تعلقات، ص:13

(37) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص:172۔194

(38) برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص:165

(39) تاریخ سندھ، ص:121

(40) الکامل فی التاریخ،4ر62

(41) الکامل فی التاریخ،4ر63

(42) الکامل فی التاریخ،4ر62

(43) فتوح البلدان، ص:424

(44) خلافت امویہ اور ہندوستان، ص:154

(45) تاریخ سندھ، ص:140

(46) احمد بن ابی یعقوب بن وہب ابن واضح الکاتب العباسی، تاریخ، (المعروف بالیعقوبی)، طبع فی مدینۃ، لیدن، المحروسۃ، 1883ء، 2ر 389

(47) تاریخ یعقوبی، 3892

(48) تاریخ سندھ، ص:142

(49) تاریخ طبری، 7ر272

(50) بغدادی، محمد ابن حبیب، علامہ، کتاب اسماء المغتالین من الاشراف فی الجاہلیۃ والاسلام، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 2001ء، ص:167

(51) خلافت اموی اور ہندوستان، ص:630

(52) فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ، ص:196

(53) فتح نامہ سندھ وعرف چچ نامہ، ص:182

(54) فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ، ص:186۔187

(55) محمد ذکاراللہ، مولوی، تاریخ ہندوستان مبطع مجتبائی دہلی، 1907ء، 1ر162

(56) برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ص:111

(57) تاریخ ہندوستان، 1ر162

(58) الثمین فی فتوح الہند من ورد فیما من الصحابۃ والتابعین والانصار، ص:158

(59) ندوی، ابوالظفر، سید، مولانا، تاریخ سندھ، مطبع معارف اعظم گڑھ، 1947ء، 1ر356

(60) خلافت امویہ اور ہندوستان، ص:533

(61) بستوی، عبدالرشید، مولانا، سندھ وہند کی قدیم شخصیات، مکتبہ خدیجہ الکبری، کراچی، 2005ء، ص:19۔20

(62) دانش، عبداللہ، مولانا، فتح سندھ، دارالاسلام، لاہور، 2004ء، ص:12